دار الافتاء
1/1350

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ

جناب عالی،

آپ کی خدمت میں دو مسئلے پیش کر رہا ہوں
جن کا جواب تفصیلاً درکار ہے

1) میں کوئی بھی سواری (رکشہ، سوزکی، ٹیکسی وغیرہ) خرید کر کرایہ پہ دینا چاہتا ہوں عام حالات میں یہ طریقہ چل رہا ہے کہ یا تو یومیہ یا مہینہ وار کرایہ دے دیا جائے شرعی طور پہ اس طرح دینا کیسا ہے

2) میں رقم شراکت داری میں لگانا چاہتا ہوں

طریقہ یوں ہے کہ ایک شخص جو دودھ کی دنیا میں اثر ورسوخ رکھتا ہے اس کو ہم رقم دیں گے وہ اس رقم سے دودھ کی بالٹیاں اٹھائے گا بقول اس کے ایک لاکھ پہ چار بالٹیاں ملتی ہیں وہ یہ بالٹیاں خرید کر آگے بیچے گا مثال کے طور پہ اگر ایک بالٹی پہ 60 روپے فائدہ ہوتا ہے تو 70% ہم لیں گے اور 30% وہ لے گا۔

(الف) یا تو وہ ہم سے رقم لے کر پارٹی کو ایڈوانس دے گا اس کی بنیاد پہ مال اٹھائے گا اور آگے بیچے گا

(ب) یا ہو سکتا ہے کہ وہ ہماری رقم سے دوسری ضروریات پوری کرے اور اپنے اثر ورسوخ کی بنیاد پہ مال خرید کر آگے فروخت کرے

(ج) یا وہ اپنے اثر ورسوخ کی بنیاد پہ رقم سے زیادہ پہلے کسی پارٹی سے بالٹیاں لے اور آگے بیچے اور ہمیں معاہدہ کے مطابق منافع دے

Scanned by CamScanner

اب جو شرعی طریقہ ہے اس کے بارے بتائیں تاکہ حرام اور
سود سے بچنا آسان ہو

آپ کا مشورہ کا متمنی
سید مبشر احمد شاہ

3) اسی طرح ایک شخص نے کہا کہ تم دس بکریوں کے پیسے
خرید کے دو اس پہ جو بچہ جو منافع ہوگا وہ آدھا آدھا
تقسیم کر لیں گے

4) اسلام میں شراکت داری کا کیا طریقہ ہے ایک کی رقم ہو
اور دوسرے کی محنت اس کا صحیح طریقہ کیا ہے

(جواب منسلکہ اوراق پر ملاحظہ فرمائیں)

دارالافتاء

Scanned by CamScanner

دار الافتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

﴿۱﴾۔۔۔اگر کرایہ یومیہ، ہفتہ وار یا ماہانہ بنیاد پر باقاعدہ متعین طور پر طے کرلیں تو مذکورہ معاملہ شرعاً درست ہے۔

﴿۲﴾۔۔۔اگر دودھ کا کام کرنے والا شخص صرف محنت کر رہا ہے اور اس کام میں اس کا اپنا سرمایہ شامل نہیں ہے بلکہ سرمایہ صرف آپ کا ہے تو اس صورت میں یہ معاملہ "مضاربت" ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ حاصل ہونے والے نفع کا کوئی فیصد حصہ ہر ایک کے لئے طے کرلیا جائے اور پھر کاروبار سے جو نفع حاصل ہو اسے آپس میں طے شدہ شرح فیصد کے مطابق تقسیم کرلیں اور اگر سوال میں ذکر کردہ تناسب سے نفع تقسیم کریں یعنی ٪۷۰ آپ (سرمایہ لگانے والے) کیلئے اور ٪۳۰ کام کرنے والے کے لئے، تو ایسا کرنا بھی شرعاً درست ہے، البتہ اگر نقصان ہوا تو اس صورت میں سرمایہ لگانے والے اور کام کرنے والے کو جو نفع حاصل ہوا ہے پہلے اس نفع سے نقصان کی تلافی کی جائے گی، اگر نقصان حاصل شدہ نفع سے زیادہ ہو تو اس صورت میں کام کرنے والے پر مالی نقصان کی ذمہ داری نہیں ہوگی بلکہ سرمایہ لگانے والے پر اس کی مالی ذمہ داری ہوگی۔(کمافی العبارۃ:۱)

اور اگر مذکورہ صورت میں کام کرنے والے نے محنت کے علاوہ کچھ اپنا سرمایہ بھی لگایا ہو تو اس صورت میں یہ معاملہ "شرکت" ہے جس کا حکم یہ ہے کہ نفع میں سے ہر ایک شریک کا حصہ فیصد کے اعتبار سے باہمی رضامندی سے طے کرسکتے ہیں اور اگر یہ شرط لگائی ہو کہ کام صرف ایک شریک کرے گا تو اس صورت میں کام کرنے والے کا نفع اس کے لگائے ہوئے سرمائے سے زیادہ مقرر کرنا بھی درست ہے اور اس نفع کا تعین بھی فیصد کے اعتبار سے کیا جائے، البتہ نقصان کی صورت میں بہر حال ہر ایک شریک اپنے لگائے ہوئے سرمائے کے بقدر ہی اس نقصان کو برداشت کرے گا(کمافی العبارۃ:۲،۳)۔اس تفصیل کے بعد سوال میں مذکورہ صورتوں سے متعلق شرعی حکم ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

(الف) مذکورہ معاملہ مذکورہ بالا تفصیل کے ساتھ شرعاً درست ہے۔

(ب) مذکورہ صورت میں اگر کام کرنے والا شخص آپ کے سرمائے کو کاروبار میں نہ لگائے بلکہ اس سے اپنی ضروریات پوری کرے تو اس صورت میں "شرکت" یا "مضاربت" کا معاملہ درست نہیں ہو گا کیونکہ شرکت میں بہر صورت اور مضاربت میں مضارب (یعنی کام کرنے والا) کے قبضے کے بعد نقود متعین ہو جاتے ہیں اور انہیں کسی اور کام میں خرچ کرنے سے عقدِ شرکت و مضاربت باقی نہیں رہتی۔(کمافی العبارۃ:۴،۵،۶)

Scanned by CamScanner

(ج) اس شق میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ اگر ورکنگ پارٹنر (کام کرنے والا) دوسرے فریق (رب المال یا دوسرا شریک) کی صراحۃً اجازت سے اصل سرمائے سے زیادہ کا مال خرید لے تو اس صورت میں اصل سرمائے سے حاصل ہونے والا نفع تو طے شدہ شرح تناسب کی بنیاد پر تقسیم ہو گا، اور زائد مال یعنی جو مال ادھار پر خریدا ہے اس زائد حصے کے بارے میں اگر پہلے سے کوئی نسبت طے ہوئی ہو تو وہ اسی نسبت سے دونوں کے درمیان مشترک ہو گا اور اس کا نفع ونقصان بھی اسی نسبت سے دونوں میں تقسیم ہو گا، اور اگر اس زائد ادھار مال کے بارے میں پہلے سے کوئی نسبت طے نہ کی گئی ہو تو اس صورت میں یہ زائد مال دونوں کے درمیان برابر مشترک ہو گا اور اس زائد ادھار مال سے حاصل ہونے والا نفع ونقصان بھی دونوں کے درمیان برابر تقسیم ہو گا۔ (لان فی الزائد تثبت الشرکۃ بالوجوہ والحکم فیہما ما بینت، انظر العبارۃ: ۷)

اور اگر ورکنگ پارٹنر نے دوسرے فریق کی صراحۃً اجازت کے بغیر اصل سرمائے سے زائد کی خریداری کر لی تو اس صورت میں اصل سرمائے سے حاصل ہونے والا نفع تو طے شدہ شرح تناسب کے مطابق فریقین میں تقسیم ہو گا، البتہ ورکنگ پارٹنر نے ادھار پر جو زائد مال خریدا ہے وہ چونکہ اس نے اپنے طور پر اپنی ذاتی ذمہ داری پر خریدا ہے اور دوسرے فریق سے زائد ادھار مال خریدنے اور اس کے ذریعے کاروبار کرنے کا کوئی معاہدہ بھی نہیں ہوا ہے اس لئے اس صورت میں زائد خریدے ہوئے مال کے نفع ونقصان کا مالک صرف ورکنگ پارٹنر ہو گا۔ (ملاحظہ فرمایئے عبارت نمبر: ۸، ۹)

[۱] فی الدر المختار:

المضاربة (هي) لغة مفاعلة من الضرب في الأرض وهو السير فيها (وشرعا) (عقد شركة في الربح بمال من جانب) رب المال (وعمل من جانب) المضارب (وشرطها) ـــ (وكون الربح بينهما شائعا) فلو عين قدرا فسدت (وكون نصيب كل منهما معلوما) عند العقد ـــ وفي الجلالية كل شرط يوجب جهالة في الربح أو يقطع الشركة فيه يفسدها وإلا بطل الشرط (فی رد المحتار تحته: (قوله بطل الشرط) كشرط الخسران على المضارب) (وما هلك من مال المضاربة يصرف إلى الربح) لأنه تبع (فإن زاد الهالك على الربح لم يضمن) ولو فاسدة من عمله لأنه أمين (وإن قسم الربح وبقيت المضاربة ثم هلك المال أو بعضه ترادا الربح ليأخذ المالك رأس المال وما فضل بينهما وإن نقص لم يضمن) لما مر۔ (۶۴۵/۵)

[۲] فی بدائع الصنائع:

والفرق أن المضاربة انعقدت على رأس مال من أحد الجانبين وعلى العمل من الجانب الآخر ـــ بخلاف الشركة لأنها انعقدت على العمل من الجانبين۔ (۸۴/۶)

Scanned by CamScanner

[٣] فی بدائع الصنائع:

إذا شرطا الربح على قدر المالين متساويا أو متفاضلا فلا شك أنه يجوز ويكون الربح بينهما على الشرط سواء شرطا العمل عليهما أو على أحدهما والوضيعة على قدر المالين متساويا ومتفاضلا لأن الوضيعة اسم لجزء هالك من المال فيتقدر بقدر المال وإن كان المالان متساويين فشرطا لأحدهما فضلا على ربح ينظر إن شرطا العمل عليهما جميعا جاز والربح بينهما على الشرط في قول أصحابنا الثلاثة . . . وإن شرطا العمل على أحدهما فإن شرطاه على الذي شرطا له فضل الربح جاز والربح بينهما على الشرط فيستحق ربح رأس ماله بماله والفضل بعمله وإن شرطاه على أقلهما ربحا لم يجز لأن الذي شرطا له الزيادة ليس له في الزيادة مال ولا عمل ولا ضمان وقد بينا أن الربح لا يستحق إلا بأحد هذه الأشياء الثلاثة وإن كان المالان متفاضلين وشرطا التساوي في الربح فهو على هذا الخلاف أن ذلك جائز عند أصحابنا الثلاثة إذا شرطا العمل عليهما وكان زيادة الربح لأحدهما على قدر رأس ماله بعمله وإنه جائز ـ ـ وإن شرطا العمل على أحدهما فإن شرطاه على الذي رأس ماله أقل جاز ويستحق قدر ربح ماله بماله والفضل بعمله وإن شرطاه على صاحب الأكثر لم يجز لأن زيادة الربح في حق صاحب الأقل لا يقابلها مال ولا عمل ولا ضمان ـ (٦٢/٦)

[٤] بدائع الصنائع:

لأن الدراهم والدنانير يتعينان في الشركات فإذا هلكت فقد هلك ما تعلق العقد بعينه قبل انبرام العقد وحصول المعقود به فيبطل العقد ـ ـ ـ فأما في الوكالة المفردة والمضاربة فعمل رب المال ليس بمشروط بل لو شرط ذلك في المضاربة لأوجب فسادها فأمكن جعل القبض سببا للتعيين فلا حاجة إلى جعل العقد سببا فلم يوجب العقد التعيين إلحاقاله بالشراء ـ (٧٨/٦)

[٥] البحر الرائق:

(وتبطل بهلاك المالين أو أحدهما قبل الشراء) لأن المعقود عليه في عقد الشركة المال فإنه يتعين فيه كما في الهبة والوصية وبهلاك المعقود عليه يبطل العقد كما في البيع بخلاف المضاربة والوكالة المفردة لأنه لا يتعين الثمنان فيهما بالتعيين وإنما يتعينان بالقبض على ما عرف ـ (١٩٠/٥، دار المعرفة)

[٦] فی جامع الفصولين:

والنقود تتعين فی الشركات والمضاربات والوكالات بعد التسليم الی هؤلاء لكونها أمانة وقبل التسليم لا تتعين ـ (١٦٧/١ ـ مكتبة القدس)

دار الإفتاء

Scanned by CamScanner

[٧]في بدائع الصنائع:

وإذا أذن للمضارب أن يستدين على مال المضاربة جاز له الاستدانة وما يستدينه يكون شركة بينهما شركة وجوه وكان المشترى بينهما نصفين لأنه لا يمكن أن يجعل المشترى بالدين مضاربة لأن المضاربة لا تجوز إلا في مال عين فتجعل شركة وجوه ويكون المشتري بينهما نصفين لأن مطلق الشركة يقتضي التساوي وسواء كان الربح بينهما في المضاربة نصفين أو أثلاثا لأن هذه شركة على حدة فلا يبنى على حكم المضاربة وقد بينا في كتاب الشركة أنه لا يجوز التفاضل في الربح في شركة الوجوه إلا بشرط التفاضل في الضمان فإن شرطا التفاضل في الضمان كان الربح كذلك وإن أطلقا كان المشترى نصفين لا يجوز فيه التفاضل في الربح وإذا صارت هذه شركة وجوه صار الثمن دينا عليهما من غيره مضاربة فلا يملك المضارب أن يرهن به مال المضاربة إلا بإذن رب المال-(٩٠/٦)

[٨]في بدائع الصنائع:

وأما القسم الذي ليس للمضارب أن يعمله إلا بالتنصيص عليه في المضاربة المطلقة فليس له أن يستدين على مال المضاربة ولو استدان لم يجز على رب المال ويكون دينا على المضارب في ماله ---ثم الاستدانة هي أن يشتري المضارب شيئا بثمن دين ليس في يده من جنسه حتى إنه لو لم يكن في يده شيء من رأس المال من الدراهم والدنانير بأن كان اشترى برأس المال سلعة ثم اشترى شيئا بالدراهم أو الدنانير لم يجز على المضاربة وكان المشتري له عليه ثمنه من ماله لأنه اشترى بثمن ليس في يده من جنسه فكان مستدينا على المضاربة فلم تجز على رب المال وجاز عليه لأن الشراء وجد نفاذا عليه ---ثم في جميع ما ذكرنا أنه لا يجوز من المضارب الاستدانة على رب المال يستوي فيه ما إذا قال رب المال اعمل برأيك أو لم يقل لأن قوله اعمل برأيك تفويض إليه فيما هم من المضاربة والاستدانة لم تدخل في عقد المضاربة فلا يملكها المضارب إلا بإذن رب المال بها(٩٠/٦)

[٩]وفيه ايضاً:

إذا قبض المضارب مال المضاربة ليس له أن يشتري بأكثر من رأس المال الذي في يده لأن الزيادة تكون دينا وليس في يده من مال المضاربة ما يؤديه حتى لو اشترى سلعة بألفي درهم ومال المضاربة ألف كانت حصة الألف من السلعة المشتراة للمضاربة وحصة ما زاد على الألف للمضارب خاصة له ربح ذلك وعليه وضيعته والزيادة دين عليه في ماله لأنه يملك الشراء بالألف ولا يملك الشراء بما زاد عليها للمضاربة ويملك الشراء لنفسه فوقع له وكذا إذا قبض المضارب رأس المال وهو قائم في يده فليس له أن يشتري للمضاربة بغير الدراهم والدنانير من المكيل والموزون والمعدود والثوب الموصوف المؤجل إذا لم يكن في يده شيء من ذلك لأن الشراء بغير المال

يكون استدانة على المال ولو كان في يده من مال المضاربة مكيل أو موزون فاشتري ثوبا أو عبدا بمكيل أو موزون موصوف في الذمة كان المشتري للمضارب لأن في يده من جنسه فلم يكن استدانة ولو كان في يده دراهم فاشترى سلعة بدراهم نسيئة لم يكن استدانة لأن في يده من جنسه ولو كان في يده دراهم فاشتري بدنانير أو كان في يده دنانير فاشترى بدراهم فالقياس أن لا يجوز على رب المال وهو قول زفر وفي الاستحسان يجوز-(٩٠/٦)

وكذافي المبسوط للسرخسي: (٣٦٧/١١، دار الفكر)

وكذافي البحر الرائق: (١٩٣/٥، دار المعرفة)

وكذافي الدر المختار مع رد المحتار: (٣١٦/٤، سعيد)

وكذافي الفتاوى الهندية: (٣٠٥/٤، رشيديه)

﴿٣﴾۔۔۔یہ سوال واضح نہیں ہے، بکروں کے بچے خرید کر دوسرے شخص کو دے کر منافع کمانے کی کیا صورت ہے؟ آیا وہ شخص ان بکروں کے بچوں کو آگے بیچ کر نفع کمائے گا یا وہ ان بچوں کی دیکھ بھال کرے گا اور جب وہ بڑے ہو جائیں تو انہیں یا ان کے دودھ کو بیچ کر نفع کمائے گا، جو بھی صورت ہو اسے وضاحت کے ساتھ لکھ کر بھیج دیں، ان شاء اللہ تعالیٰ جواب دے دیا جائے گا۔

﴿٤﴾۔۔۔شریعت کی اصطلاح میں "شراکت" اسے کہتے ہیں کہ جب دو یا دو سے زیادہ افراد اپنا سرمایہ ملا کر تجارت کریں جس کے شرعاً درست ہونے کے لئے درج ذیل شرائط ہیں:

(الف) نفع و نقصان دونوں میں شرکت ہو۔

(ب) نقصان اصل سرمایہ کے بقدر ہو اور نفع کی تقسیم کے لئے باہمی رضامندی سے جو بھی شرح فیصد طے کر لیں درست ہے جس میں اس بات کی بھی گنجائش ہے کہ اگر کسی ایک شریک پر کام کرنے کی شرط لگائی ہو تو اس کے لئے اس کے لگائے ہوئے سرمائے کی نسبت زیادہ نفع مقرر کیا جائے۔

(ج) نفع متعین رقم نہ ہو (مثلاً کسی ایک شریک کے لئے ہزار، دو ہزار نفع مقرر کر لیا تو یہ جائز نہیں) بلکہ فیصد کے طریقے سے مقرر ہو مثلاً جو نفع حاصل ہو گا اس کا پچیس (٢٥) فیصد ایک کو ملے گا اور پچھتر (٧٥) فیصد دوسرے شریک کو ملے گا۔

(د) اصل سرمایہ کے تحفظ کی گارنٹی نہ ہو ورنہ وہ قرض شمار ہو گا اور قرض دے کر نفع لینا سود ہے کہ جو کہ حرام ہے۔

Scanned by CamScanner

اور اگر ایک شخص کا سرمایہ ہو اور دوسرے شخص کی محنت ہو کہ وہ اس سرمایہ سے تجارت کرے گا اور حاصل ہونے والا نفع دونوں میں تقسیم ہو گا تو اسے شریعت کی اصطلاح میں "مضاربت" کہتے ہیں، جس کے شرعاً درست ہونے کے لئے درج ذیل شرائط ہیں:

(الف) سرمایہ رائج الوقت سکہ ہو اور سرمایہ کی پوری مقدار فریقین کو عقدِ مضاربت کے وقت معلوم ہو۔

(ب) سرمایہ نقد ہو کسی کے ذمہ ادھار نہ ہو۔

(ج) سرمایہ کام کرنے والے شخص کے حوالے کر دیا جائے سرمایہ دار کے قبضے میں نہ رہے۔

(د) نفع کی تقسیم فیصد کے حساب سے ہو نفع کی کوئی معین رقم کسی فریق کے لئے مقرر نہ ہو۔

(ہ) عقدِ مضاربت کے وقت ہی ہر فریق کو اس کے نفع کا حصہ فیصد کے حساب سے معلوم ہو جانا چاہئے کہ بصورت نفع کس کو کتنا فیصد ملے گا۔

(و) مضارب یعنی کام کرنے والے کا مقررہ حصہ نفع میں سے ملے گا سرمایہ میں سے نہیں ملے گا، لہٰذا اگر کاروبار میں نفع بالکل نہ ہو تو مضارب یعنی کام کرنے والے کو کچھ نہیں ملے گا، اسی طرح اگر کاروبار میں نقصان ہو تو سرمایہ دار کا سمجھا جائے گا اور کام کرنے والے کی محنت کا نقصان ہو گا یعنی اس کی محنت ضائع ہو جائے گی، مال کے نقصان میں دونوں برابر کے شریک نہیں ہوں گے جبکہ کاروبار سے کچھ نفع حاصل نہ ہوا ہو۔ (مأخذہ تبویب: ۵۱/۷۶۶)

واللہ سبحانہٗ اعلم

محمد جاوید حسن عفی عنہ

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ

۵ اپریل ۲۰۱۱ء

الجواب صحیح
احقر محمود اشرف غفر اللہ

مفتی

الجواب صحیح

الجواب صحیح
محمد یعقوب عفی عنہ

الجواب صحیح

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۱/۱۳۵۰

۱/۵/۱۴۳۲ھ

Scanned by CamScanner